نبیلہ عزیز

ماورا مرتضیٰ' عافیہ بیگم کی اکلوتی بیٹی ہے۔ فارہ کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتی ہے۔ عافیہ بیگم اس کا اپنی سہیلیوں سے زیادہ ملنا جلنا پسند نہیں کرتیں۔ اس کے علاوہ بھی اس پر بہت ساری پابندیاں لگاتی ہیں جبکہ ماورا خود اعتماد اور اچھی لڑکی ہے۔ عافیہ بیگم اکثر اس سے ناراض رہتی ہیں۔ البتہ بی گل اس کی حمایتی ہیں۔

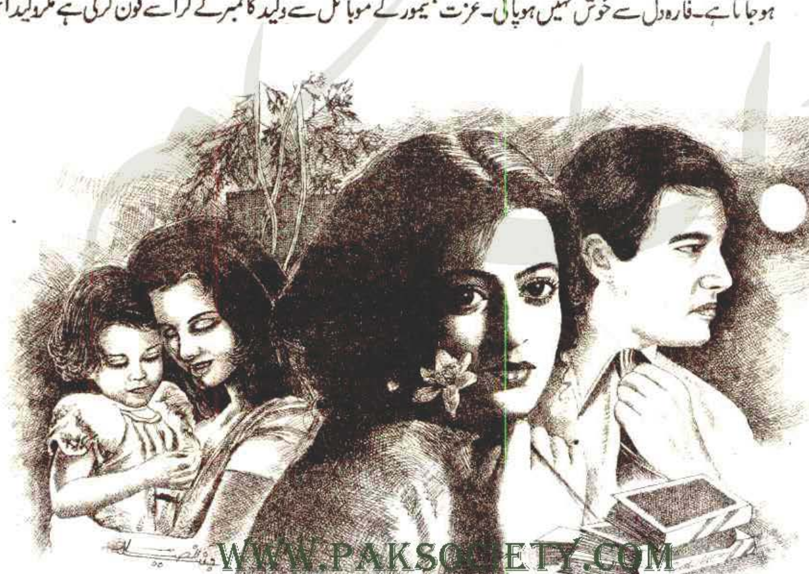
فارہ اپنی ثمینہ خالہ کے بیٹے آفاق یزدانی سے منسوب ہے۔ دو سال پہلے یہ نسبت آفاق کی پسند سے ٹھہرائی گئی تھی مگر اب وہ فارہ سے قطعی لاتعلق ہے۔ فارہ کی والدہ منزہ رحیم اپنی بہن ثمینہ یزدانی سے ملنے کراچی جاتی ہیں۔ آفاق انہیں ایرپورٹ لینے نہیں جاتا۔ مجبوراً "ساشا کو جانا پڑتا ہے۔ وہ آفاق کی بدتہذیبی پر خفا ہو کر واپس چلی جاتی ہیں۔

منزہ' ثمینہ اور نیرہ کے بھائی رضا حیدر کے دو بچے ہیں۔ تیمور حیدر اور عزت حیدر۔ تیمور حیدر بزنس مین ہے اور بے حد شاندار پرسنالٹی کا مالک ہے۔ ولید رحمٰن اس کا بیسٹ فرینڈ ہے۔ اس سے حیثیت میں کم ہے مگر دونوں کے درمیان اسٹیٹس حائل نہیں ہے۔ نیرہ کے بیٹے سے فارہ کی بہن حمنہ بیاہی ہوئی ہے۔

عزت اپنی آنکھوں سے یونیورسٹی میں بم دھماکا ہوتے دیکھ کر اپنے حواس کھو دیتی ہے۔ ولید اسے دیکھ کر اس کی جانب لپکتا ہے اور اسے سنبھال کر تیمور کو فون کرتا ہے۔ تیمور اسے اسپتال لے جاتا ہے۔ عزت کے ساتھ یہ حادثاتی ملاقات ولید کو ایک خوشگوار حصار میں باندھ لیتی ہے۔ عزت بھی ولید کے بارے میں سوچنے لگتی ہے اور ڈھکے چھپے لفظوں میں ولید سے اپنی کیفیت کا اظہار بھی کر دیتی ہے مگر ولید انجان بن جاتا ہے۔

آفاق فون کر کے فارہ سے شادی کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ فارہ بہت روتی ہے۔ ثمینہ اور اشتیاق یزدانی کو علم ہوتا ہے تو انہیں سخت صدمہ ہوتا ہے۔ ثمینہ کی طبیعت بگڑنے لگتی ہے۔

اشتیاق یزدانی' آفاق سے حد درجہ خفا ہو کر اس سے بات چیت بند کر دیتے ہیں۔ آفاق مجبور ہو کر شادی پر راضی ہو جاتا ہے۔ فارہ دل سے خوش نہیں ہو پاتی۔ عزت' تیمور کے موبائل سے ولید کا نمبر لے کر اسے فون کرتی ہے مگر ولید اس





کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ رضا حیدر، تیمور کو فارہ کی شادی کے سلسلے میں فیصل آباد بھیجتے ہیں۔ فارہ اپنی تاریخ میں ماورا کو بصد اصرار مدعو کرتی ہے۔ ماورا، عافیہ بیگم کی ناراضی کے باوجود چلی جاتی ہے۔ وہاں تیمور اور ماورا کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ عزت اپنے دل کی کیفیات ساشا سے بیان کردیتی ہے۔ ماورا بی گل کو بتاتی ہے کہ وہ رضا حیدر کے بیٹے تیمور حیدر سے ملی ہے۔ بی گل دم بخود رہ جاتی ہیں۔

شادی میں تیمور حیدر، ماورا کے قریب آنے کی کافی کوشش کرتا ہے مگر ماورا کا سخت اور کھردرا رویہ ہربار اسے ناکام کردیتا۔ تیمور، ماورا سے رضا حیدر کو ملواتا ہے۔ رضا حیدر اسے دیکھ کر چونک جاتے ہیں مگر باوجود کوشش کہ وہ سمجھ نہیں پاتے۔ فارہ کی ہی شادی میں عزت کی ملاقات قیام مرزا کے بیٹے مونس مرزا سے ہوتی ہے۔ وہ سخت بیزار ہوتی ہے جبکہ مونس خوب دلچسپی لیتا ہے۔

آفاق آدھی رات کو غائب ہو جاتا ہے۔ فارہ پریشان ہوتی ہے۔ وہ صبح آکر بتاتا ہے کہ اس کے دوست کے ساتھ کوئی ایمرجنسی ہو گئی تھی۔ اس لیے اس کے آرام کا خیال کرتے ہوئے وہ بغیر بتائے چلا گیا تھا۔ مگر فارہ اس کی بات پہ یقین نہیں کرتی۔ تیمور، فارہ کے ذریعے ماورا کو اپنے آفس میں ایک شاندار پیکج پر جاب کی پیشکش کرتا ہے جسے ماورا کافی حیل حجت کرنے کے بعد قبول کرلیتی ہے۔

—۱۵—
پندرہویں قسط

وہ ابھی ڈور بیل پہ ہاتھ رکھنے ہی والی تھی کہ چوکیدار نے یک دم خود ہی گیٹ کھول دیا تھا۔

"آیئے میڈم! چھوٹی بیگم صاحبہ آپ کا ہی انتظار کررہی ہیں۔" چوکیدار نے انتہائی احترام سے کہتے ہوئے اسے اندر آنے کی دعوت دی تھی۔

گیٹ کے اندر داخل ہوئی تھی، لیکن سامنے ہی انتہائی آف موڈ کے ساتھ ٹہلتی فارہ کو دیکھ کر اس کے قدم ٹھٹک گئے تھے۔

اور وہ فوراً" سے پیشتر سمجھ گئی تھی کہ اس کا موڈ کیوں آف ہے؟ اسی لیے قدم آگے بڑھا دیے تھے۔

"السلام علیکم!" اس نے قریب آکر سلام کیا۔۔۔ لیکن فارہ نے فوراً" کوئی جواب نہیں دیا۔

"کیسی ہو؟" اس نے جواب نہ ملنے کے باوجود اگلا سوال کردیا۔۔۔ مگر ریسپانس ندارد۔۔۔

"اوکے۔۔۔ مت جواب دو' میں باقی گھر والوں سے مل لیتی ہوں۔"

ماورا کندھے اچکا کر لاپروائی سے کہتے ہوئے اس کے قریب سے گزر کر آگے بڑھ گئی اور اسے یوں لاپروائی سے اندر جاتے دیکھ کر فارہ تلملا کر پاؤں پٹختی ہوئی اس کے پیچھے چلی آئی تھی۔

"اب بھی نہ آتیں۔" ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی فارہ پھٹ پڑی تھی۔

"مجبوری تھی۔۔۔ وعدہ کر بیٹھی تھی۔" ماورا بے چارگی سے کہتے ہوئے شاپنگ بیگز صوفے پہ رکھنے لگی، جبکہ فارہ کی تلملاہٹ میں اور بھی اضافہ ہوا تھا۔

"اچھا۔۔۔ تو تم مجبور بھی ہوتی ہو؟" فارہ نے ایک کھلا طنز کیا۔

"ہاں۔۔۔ کبھی کبھی۔۔۔" وہ سکون سے کہتے ہوئے خود بھی صوفے پہ بیٹھ گئی تھی۔

"کبھی کبھی کیوں۔۔۔ وہ بھی نہ ہوا کرو۔" فارہ نے دانت پیسے تھے۔

"میرے بس میں ہو تو یہ بھی نہ ہو۔۔۔ لیکن کیا کروں؟ کبھی کبھی مجبور ہونا بھی ایک مجبوری ہے۔۔۔ بندہ نہ بھی چاہے تب بھی ہونا پڑتا ہے۔" اس کی لاپروائی ہنوز تھی۔

"کیوں ہونا پڑتا ہے؟"

"کیونکہ کچھ لوگوں کے ساتھ رشتہ ہی کچھ ایسا بن جاتا ہے کہ انسان ان کی خاطر نہ چاہتے ہوئے بھی مجبور ہو جاتا ہے۔ نہیں، نہیں کرنے کے باوجود۔" ماورا کا لہجہ بے ساختہ ہی سنجیدگی کے دائرے میں چلا گیا تھا اور فارہ کچھ اور ہی سمجھ بیٹھی تھی۔

"اور تمہارے ان "کچھ لوگوں" میں کون کون شمار ہوتا ہے۔" اس کا سوال اور انداز خاصا معنی خیز تھا۔

"میرے ان "کچھ لوگوں" میں صرف دو انسان ہی شمار ہوتے ہیں۔" ماورا نے اس کے سوال اور اس کے انداز کا کچھ خاص نوٹس نہیں لیا تھا' اسی لیے اس کا جواب لاپروائی لیے ہوئے تھا۔

"کون دو انسان۔" فارہ نجانے کیا سننا چاہتی تھی اور کیا امید لگا بیٹھی تھی۔

"تم اور بی گل۔۔۔" اس کا جواب دو ٹوک اور مختصر سا تھا۔ جبکہ فارہ سن کر حیران رہ گئی تھی' کیونکہ اسے اس جواب کی توقع جو نہیں تھی۔

"میں اور بی گل۔۔۔" اس نے حیرانی سے دہرایا۔

"کیوں۔۔۔ اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے بھلا۔" ماورا نے تعجب کا اظہار کیا۔

"میں تو کچھ اور سمجھی تھی۔" فارہ نے معصومیت سے کہا۔

"کچھ اور۔۔۔ مطلب۔۔۔" ماورا نے چونک کر اس کے چہرے کی سمت دیکھا اور پھر ساری بات خود بخود ہی سمجھ گئی تھی۔

"ہونہہ۔۔۔! خوش فہمی بھی بس کبھی کبھی ہی اچھی ہوتی ہے۔ مائی ڈیر فارہ آفاق!"

"لیکن ماورا۔۔۔! میں نے ابھی ابھی خود تمہیں ان کے ساتھ آتے دیکھا ہے اور وہ بھی اتنے اچھے موڈ میں۔۔۔ میری خوش فہمی تو اک لازمی امر ہے۔" فارہ نے خوش فہمی کا جواز پیش کیا۔

"اس کے ساتھ آنا میری مجبوری نہیں تھی۔ میری اپنی مرضی تھی۔ ورنہ میں انکار بھی کر سکتی تھی اور تمہیں نہیں پتا شاید۔۔۔ اس کے ساتھ ایک ایک قدم اٹھاتے ہوئے میں اپنا فائدہ سوچتی ہوں۔ اپنا مطلب سوچتی ہوں۔ اپنا مفاد سوچتی ہوں۔"

ماورا نے بڑے بے دھڑک انداز میں اپنی مفاد پرستی کا اعلان کیا تھا۔

اور اس کے اس اعلان پہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے تیمور حیدر کی ساری خوشی اور ساری خوش فہمی وہیں کی وہیں ملیا میٹ ہو گئی تھی اور وہ پتھر کا ہو کے رہ گیا تھا۔ کیونکہ وہ فارہ کی بات بھی سن چکا تھا اور ماورا کی بھی۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے ماورا' مگر احساس بھی تو کوئی چیز ہے۔۔۔ کسی کے ساتھ رہتے ہوئے ہمیشہ مفاد ہی تو نہیں دیکھا جاتا۔۔۔ بلکہ کبھی کبھی تو مفاد بہت پیچھے رہ۔۔۔"

بات کرتے کرتے اچانک فارہ کی نظر ڈرائنگ روم کے داخلی دروازے کی سمت اٹھی اور اس کا رنگ فق ہو گیا تھا۔

کیونکہ ڈرائنگ روم کے داخلی دروازے میں تیمور حیدر کی موجودگی اور اس کے چہرے کے تاثرات کی سنجیدگی بتا رہی تھی کہ بات کہاں سے کہاں تک پہنچ چکی ہے۔

"تیمور بھائی۔۔۔ آ۔۔۔ آپ!" فارہ کے لفظ بے ربط سے ہو گئے تھے۔ وہ اپنے آپ کو سنبھال نہیں پائی تھی' جبکہ اس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ اور اس کی متغیر رنگت پہ ماورا نے بھی یک دم چونک کر گردن موڑ کر دیکھا تھا اور تیمور حیدر کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر اس کے اپنے چہرے کا رنگ بھی بدل گیا تھا۔

"سوری۔۔۔ آپ کا یہ بیگ گاڑی میں ہی رہ گیا تھا۔" تیمور بڑی مشکل سے اپنے تاثرات اور اپنے اعصاب، کنٹرول کرتے ہوئے دو قدم آگے بڑھا اور ہاتھ میں پکڑا شاپنگ بیگ ماورا کے سامنے والی ٹیبل پہ رکھ کے پلٹا اور یک دم ڈرائنگ روم سے نکلتا چلا گیا تھا۔

"تیمور بھائی پلیز۔۔۔ رکیں۔" فارہ یک دم حواسوں میں آتے ہی اس کے پیچھے لپکی۔ "پلیز تیمور بھائی۔۔۔ میری بات تو سنیں۔۔۔ پلیز۔" فارہ کے پکارنے کے باوجود وہ رکا نہیں تھا اور وہاں سے ذہنی انتشار لیے گاڑی نکال لے گیا تھا۔

اور فارہ مایوس اور پریشان سی بے دلی سے قدم اٹھاتی واپس اندر آگئی تھی جہاں ماورا بھی پریشان اور خاموش بیٹھی نظر آرہی تھی۔

"کیا ہوا؟" ماورا نے فارہ کو اندر آتے دیکھ کر پوچھا۔

"وہ نہیں رکے ماورا۔۔۔ وہ چلے گئے۔" فارہ کا پریشانی کے مارے برا حال تھا۔

"ہوں۔۔۔ یعنی اس نے ہماری باتیں سن لی ہیں۔" ماورا کا لہجہ پر سوچ سا تھا۔

"ہاں۔۔۔ انہوں نے ہماری باتیں سن لی ہیں۔ لیکن یہ اچھا نہیں ہوا ماورا۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ کیا سوچ رہے ہوں گے۔" فارہ کو اپنی طرف سے بھی ٹینشن ہو رہی تھی' کیونکہ تیمور اس کا بہت اچھا کزن تھا اور وہ اسی کے حوالے سے اپنی دوست کے ساتھ مل کر ایسی باتیں کر رہی تھی جن کو سن کر یقیناً" تیمور کو صدمہ تو ہوا ہی ہوگا۔

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ جو کچھ بھی سوچے گا۔۔۔ میرے بارے میں ہی سوچے گا۔۔۔ اسے تمہارے بارے میں سوچنے کی فرصت نہیں ملے گی۔"

ماورا نے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی' مگر یہ اتنی چھوٹی سی بات بھی نہیں تھی کہ اتنی جلدی ذہن سے اتر جاتی۔ کیونکہ بے شک ماورا ظاہر نہ کرتی' مگر ٹینشن تو اسے بھی ہو چکی تھی کہ اب کیا ہوگا۔

اور تیمور حیدر کیسا ری ایکشن دے گا۔

اور اس کے اسی ممکنہ ری ایکشن کے بارے میں سوچتے سوچتے سارا ٹائم گزر گیا تھا۔ فارہ کی ساری خوشی غارت ہو چکی تھی' کیونکہ وہ دونوں ہی ذہنی طور پر ڈسٹرب ہو چکی تھیں۔

☼ ☼ ☼

اس کی گاڑی اک جھٹکے سے آکر اپنے گھر کی ڈرائیو وے پہ رکی تھی۔

اور وہ فرنٹ سیٹ پہ رکھا ماورا مرتضیٰ کا دیا ہوا گفٹ اٹھا کر گاڑی سے نیچے اتر آیا تھا۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ اندر سیڑھیوں تک پہنچا ہی تھا کہ رابعہ بیگم نے پکار لیا۔

"کہاں چلے گئے تھے تم۔۔۔" تمہارے پاپا ناشتے پہ تمہارا انتظار کر کر کے چلے گئے۔۔۔ فون بھی تم گھر پہ ہی چھوڑ گئے تھے۔ رابعہ بیگم کہتے ہوئے قریب آگئی تھیں۔

"سوری! ایک کام سے چلا گیا تھا۔" وہ مختصراً" کہہ کر ان کی طرف دیکھے بغیر اوپر اپنے بیڈ روم میں آگیا تھا اور آتے ہی اس نے ہاتھوں میں پکڑا ماورا کا وہ گفٹ انتہائی زور سے سامنے دیوار پہ دے مارا تھا۔

"مفاد۔۔۔" وہ یک دم زوردار آواز سے بڑبڑایا تھا۔ "وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ میرے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے۔۔۔ اپنا فائدہ سوچتی ہے۔۔۔ اپنا مطلب سوچتی ہے۔۔۔ اپنا مفاد سوچتی ہے۔ اس سے آگے اور کچھ بھی نہیں۔۔۔ یعنی۔۔۔ میں۔۔۔ میری محبت۔۔۔ میرے جذبات۔۔۔ کو کچھ بھی معنی نہیں رکھتے؟ میں۔۔۔ میں۔۔۔ جو اندھوں کی طرح۔۔۔ بے وقوفوں

کی طرح۔۔۔ اور پاگلوں کی طرح ہر اونچ نیچ سے بے نیاز ہو کر صرف اس کی چاہ اور صرف اس کی محبت میں دیوانہ ہوا پھر رہا ہوں تو کس لیے؟ بے کار میں۔۔۔ فضول میں۔۔۔ اپنے مطلب۔۔۔ اپنے مفاد۔۔۔ اور اپنے فائدے میں اسے میری محبت۔۔۔ میرے جذبات اور میرے احساسات بھی نظر نہیں آتے۔ کیا اسے میں بھی نظر نہیں آتا۔ حالانکہ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ جانتی بھی ہے کہ میں۔۔۔ میں تیمور حیدر اس سے محبت کرتا ہوں۔۔۔ پھر بھی۔۔۔ پھر بھی۔۔۔ وہ ایسی باتیں کررہی تھی۔" تیمور بیڈ پہ بیٹھا اپنا سر دونوں ہاتھوں میں جکڑے یہی سب کچھ سوچے جارہا تھا۔

"خوش فہمی بھی بس کبھی کبھی ہی اچھی ہوتی ہے۔ مائی ڈیر فارہ آفاق۔۔۔ اس کے ساتھ آنا میری مجبوری نہیں تھی۔ میری اپنی مرضی تھی۔ ورنہ میں انکار بھی کرسکتی تھی۔"

ماورا کی لاپروا سی باتیں اب بھی اس کے دماغ میں گونج رہی تھیں اور وہ لحہ بہ لحہ بے چین ہوتا جارہا تھا۔ اس کے اندر ہول اٹھ رہے تھے۔ ماورا کی باتیں اس کے دماغ پہ ہتھوڑے برسا رہی تھیں۔۔۔ فائدہ۔۔۔ مطلب۔۔۔ مفاد۔۔۔ یہ تین لفظ تھے جو اس کے ذہن سے چپک کے رہ گئے تھے۔

"کیسا فائدہ۔۔۔ کیسا مطلب۔۔۔ اور۔۔۔ اور کیسا مفاد۔۔۔؟ کیا سوچتی ہے وہ۔۔۔ آخر کیا ارادہ ہے اس کا۔" یہ ایک آخری سوچ تھی جس پہ آکر تیمور کا ابلتا ہوا دماغ یک دم رک گیا تھا۔

یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ وہ آخر ایسا کیوں سوچتی ہے؟ کیا مطلب اور کیا مفاد ہے اس کا؟ کیا ارادہ اور کیا مقصد ہے اس کے اندر۔

"ہوں۔۔۔ تو اب مجھے یہ جاننا چاہیے کہ وجہ کیا ہے؟" اس نے سوچتے ہوئے اک گہری سانس خارج کی تھی اور پھر اپنے تنے ہوئے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے یک دم اٹھ کھڑا ہوا تھا اور شاور لینے کی غرض سے باتھ روم کا رخ کیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"دیکھو ولید۔۔۔ اس رپورٹ کو رہنے دو۔ اس سے تمہیں نقصان ہوگا۔" ولید کے ایک کولیگ ضمیر انصاری نے ولید کی ایک انتہائی اہم رپورٹ پہ اس کی سرگرمی دیکھتے ہوئے اسے ایک مخلصانہ مشورہ دیا تھا۔

اور ولید نے چونک کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔ "یہ تم کہہ رہے ہو؟ ایک جرنلسٹ ہو کر یہ مشورہ دے رہے ہو۔" ولید کے چہرے پہ تعجب تھا۔

"ہاں۔۔۔ ایک جرنلسٹ ہوں' اسی لیے تو یہ مشورہ دے رہا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سینئر ہوں اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس فیلڈ میں کیا' کیا نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں۔ جبکہ تم ابھی نئے ہو' اس لیے تمہیں یہ سب مہنگا پڑ سکتا ہے اور میں نہیں چاہتا' تم کسی مشکل میں پھنسو۔"

ضمیر انصاری ان کے چینل کا ایک بہت ہی اچھا اور ایمان دار صحافی تھا اور اس کا اسی چینل پہ ایک ٹاک شو بھی آتا تھا جس کی اچھی خاصی دھوم تھی۔ کیونکہ وہ کافی منہ پھٹ صحافی تھا اور اس وقت وہی منہ پھٹ صحافی اسے چپ رہنے کا مشورہ دے رہا تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ میں اس فیلڈ میں نیا ہوں۔ لیکن اس فیلڈ میں پرانا ہونے کے لیے ہی تو یہ سب کر رہا ہوں۔" ولید قدرے لاپروا سا ہو رہا تھا۔

"کرو۔۔۔ ضرور۔۔۔ مگر تب۔۔۔ جب تم سارے داؤ پیچ جان جاؤ۔۔۔ ابھی صرف گزارا کرو۔۔۔ تاکہ تمہاری ذات پہ برے اثرات نہ پڑیں۔۔۔ ورنہ کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں رہو گے۔" ضمیر انصاری نے اس کا کندھا تھپکا۔

"کیوں۔۔۔ ضمیر! کیوں۔۔۔ اگر ہم بھی ڈر کے پیچھے ہٹ جائیں گے تو معصوم لوگوں کا دفاع کون کرے گا؟ عوام کی آنکھوں پہ بندھی پٹی کون ہٹائے گا۔ یہ بڑے بڑے محلوں میں بیٹھے چہرے بے نقاب کیسے ہوں گے؟" ولید تڑپ گیا تھا۔

"دیکھو ولید۔۔۔! تمہاری اس ایک رپورٹ سے اور کچھ ہو یا نہ ہو' لیکن تم پہ گرفت ضرور ہو جائے گی اور تمہیں میرا یہ مشورہ بھی ضرور یاد آئے گا۔"

"تو کیا کروں؟ چھوڑ دوں یہ سب کچھ۔" ولید تلخ ہونے لگا۔ اس کے اندر کا انتشار اب باہر آنے لگا تھا۔ جس کو وہ ضبط بھی نہیں کر پا رہا تھا۔

"میں نے کہا نا۔۔۔ مت چھوڑو۔۔۔ کرو۔۔۔ ضرور کرو۔۔۔ مگر فی الحال مت کرو۔۔۔ ابھی اپنے پیر جماؤ۔" ضمیر انصاری اسے ہر طریقے سے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ولید رحمان باز آنے والا نہیں ہے۔

"اور میرے پیر جمانے تک وہ اپنا پنجہ جما جائے گا۔۔۔ ہونہہ۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ میں اس کے عزائم پہلے سے ہی منظر عام پہ لے آنا چاہتا ہوں۔" ولید نے اپنی ضد پہ ڈٹے رہنے کا اعلان کیا تھا اور ضمیر انصاری کندھے اچکاتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"میں جانتا ہوں نئے لوگوں کا خون اسی طرح گرم ہوتا ہے۔ اینی وے۔۔۔ ازیو وش۔۔۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔۔۔ بیسٹ آف لک۔"

ضمیر انصاری اسے اس کے حال پہ چھوڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور ولید سر ہلا کر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

عزت ڈرائنگ روم میں بیٹھے بیٹھے بور ہو رہی تھی کہ یوں ہی ڈھیلے ڈھالے انداز میں اٹھ کر ٹی وی لاؤنج میں

آگئی تھی اور ٹیبل پر پڑا ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کر دیا تھا۔

نو بجے کا ٹائم ہو رہا تھا' مختلف چینلز پہ ڈرامے تقریباً" اختتام کو پہنچ رہے تھے اور نیوز چینلز پہ ہیڈ لائنز آنا شروع ہو گئی تھیں۔

جن کو وہ کافی بوریت سے دیکھ رہی تھی اور ابھی وہ چینل بدلنے ہی والی تھی کہ سامنے ہی نیوز بریک کے دوران ولید رحمان کے پروگرام کا پرومو آنا شروع ہو گیا۔

"ایک سچ' ایک شام۔ اینکر پرسن ولید رحمان۔۔۔ عزت اس کی تصویر اور اس کا نام دیکھ کر حیرت زدہ سی بس دیکھتی ہی رہ گئی تھی۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟ کوئی اسپیشل نیوز ہے کیا۔" تیمور سیڑھیوں کی طرف بڑھتے بڑھتے رک گیا۔

اور عزت تیمور کی آواز پہ چونک گئی تھی۔ اس نے تیمور کو حیران کن نظروں سے دیکھا تھا۔

"ارے۔۔۔ کیا بات ہے تم اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو۔" تیمور کو اب کی بار اچھی خاصی تشویش ہوئی تھی۔

"آپ بیٹھیں۔۔۔ آپ خود دیکھ لیجئے گا۔" اس نے تیمور کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

"مگر کچھ بتاؤ تو سہی؟" تیمور الجھن کا شکار ہو رہا تھا۔

"یہ بتانے کی نہیں دیکھنے کی چیز ہے' بس چند منٹ ویٹ کریں' نیوز ختم ہو رہی ہیں۔" عزت نے اسے انتظار کرنے کو کہا تھا اور تیمور تحمل سے کام لیتے ہوئے خاموش ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

لیکن جیسے ہی نیوز بلیٹن ختم ہونے کے بعد ایک سچ ایک شام پروگرام آن ایر ہوا۔ تیمور صوفے پہ بیٹھے بیٹھے اچھل پڑا تھا۔

"واٹ۔۔۔ ولید لائیو شو کر رہا ہے۔" تیمور کو پتا تھا کہ نیوز چینلز پہ آج کل کتنے کڑوے سچ آن ایر آرہے ہیں اور ان کے نتائج کیا نکلتے ہیں' یہ بھی اسے اچھی طرح معلوم تھا۔

"او مائی گاڈ۔۔۔ یہ کیا پاگل پن ہے۔ یہ کیوں اپنا اور اپنے گھر والوں کا دشمن بنا ہوا ہے" تیمور نے اپنا سر تھام لیا تھا۔

"ولید رحمٰن آپ کا دوست ہے۔۔۔ تو کیا آپ کو نہیں پتا کہ وہ آج کل کیا کر رہا ہے؟" عزت نے تیمور کے رد عمل پر الٹا تیمور کو حیرت اور تعجب کا نشانہ بنایا تھا۔

"مجھے کسی کا پتا نہیں ہے کہ کون کیا کر رہا ہے؟"

تیمور کا دماغ پھٹنے کے قریب تھا۔ اسے ایک دھچکا مادرا کی طرف سے لگا تھا اور اب ایک دھچکا ولید کی طرف سے۔

"کیوں۔۔۔ اتنے آدم بے زاد کیوں ہو رہے ہیں؟" عزت کو مزید تعجب ہوا تھا۔

"کچھ نہیں۔" تیمور نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے ولید کے پروگرام کا ٹاپک سنا۔

اور پھر ٹاپک کے ساتھ ساتھ جیسے ہی اس کا پروگرام سے اسٹارٹ ہوا' تیمور کا پریشانی کے مارے رنگ ہی بدل گیا تھا۔

اور ایسا ہی کچھ حال عزت کا بھی تھا' مگر مجبوری یہ تھی کہ وہ ظاہر نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے چپ چاپ اور لاپروا سی بیٹھی رہی تھی۔ مگر تیمور چپ نہیں رہ سکا تھا۔ اس کا پروگرام ختم ہوتے ہی اس کے نمبر پہ پہلی کال تیمور حیدر کی ہی گئی تھی۔

"ارے واہ۔۔۔ تمہیں بھی پروگرام دیکھنے کا ٹائم مل گیا؟ حالانکہ مجھے امید نہیں تھی۔" ولید نے اس کی کال ریسیو کرتے ہی بڑی ایکسائٹمنٹ کا اظہار کیا تھا' یہاں تک کہ دعا سلام کا موقع بھی نہیں دیا تھا۔

"اس پروگرام سے تو بہتر تھا کہ تم خودکشی کر لیتے۔" تیمور کا غصہ اس کے لہجے اور اس کے الفاظ سے ہی ظاہر ہو رہا تھا۔

"ہاہاہا۔۔۔ سمجھ لو کہ یہی کیا ہے۔" ولید قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

"یہ وہ خودکشی ہے، جس میں تمہیں خود بھی پتا نہیں ہو گا کہ تم نے کب مرنا ہے۔ جبکہ خود کو گولی مار لیتے تو تمہیں یقیناً علم ہوتا کہ تم نے ابھی اور آج ہی مرنا ہے۔"

جس طرح ولید کے اندر غبار اور انتشار ہلکورے لے رہا تھا۔ اسی طرح تیمور کے اندر بھی اک لاوا سا پک رہا تھا۔ جس کو نکلنے کے لیے کوئی راستہ چاہیے تھا۔

"جب انسان کو علم ہو جائے کہ اس نے آج اور ابھی مرنا ہے تو وہ اس مرنے سے پہلے بھی کئی بار مرتا ہے۔۔۔ جبکہ لاعلمی کی موت اذیت نہیں دیتی۔۔۔ بس موت ہی دیتی ہے۔ اک جھٹکے میں سب کچھ فنش۔۔۔" ولید نے جیسے بڑے لطف اندوز ہونے والے انداز میں کہا تھا اور تیمور کے دماغ کی پھرکی گھوم کے رہ گئی تھی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ تم مرنا چاہتے ہو تو مرو۔۔۔ مجھے روکنے کی اور سمجھانے کی کیا ضرورت ہے بھلا۔"

تیمور نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا اور اپنا موبائل وہیں ٹی وی لاؤنج کے صوفے پہ اچھال کر غصے سے تلملاتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

اور عزت وہیں بیٹھی تیمور کا ردعمل دیکھتی رہ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"ولید۔۔۔ ولید رحمان۔۔۔!" ماورا ٹی وی کے سامنے بیٹھی پروگرام ایک سچ ایک شام کے اینکر ولید رحمان کے متعلق سوچ رہی تھی۔ جہاں تک اسے یاد پڑتا تھا وہ اس سے مل چکی تھی۔۔۔ کیونکہ اس کی شکل اسے دیکھی بھالی سی لگ رہی تھی۔ اور اسے یاد آگیا تھا کہ ولید رحمان، تیمور حیدر کا دوست ہے اور اس کی اس سے ملاقات فارہ اور آفاق کی شادی میں ہوئی تھی۔

"ہوں۔۔۔ تو یہ تیمور حیدر کا دوست ہے۔" ماورا پرسوچ سے لہجے میں کہتی ہوئی ٹی وی آف کر کے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"ماورا!" وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں جا رہی تھی، جب ڈرائنگ روم سے عافیہ بیگم کی آواز سنائی دی تھی اور اس کے قدم ٹھہر گئے تھے۔

"جی امی!" وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی، وہ جائے نماز پہ بیٹھی تھیں۔ شاید ابھی ابھی نماز سے فارغ ہوئی تھیں۔

"ادھر بیٹھو میرے پاس۔" انہوں نے اسے اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

اور ماورا ان کے اشارے پہ اندر ہی اندر حیران ہوتی ان کے قریب ہی نیچے قالین پہ بیٹھ گئی تھی اور ان کے سفید چادر کے ہالے میں لپٹے ہوئے چہرے کی طرف کافی گہری اور سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"تم پریشان ہو؟" اس کی سوالیہ نظروں کا جواب بھی اک سوال کی صورت ہی سامنے آیا تھا اور ماورا ان کے سوال پہ چونک گئی تھی۔

"میں۔۔۔ پریشان۔۔۔ نن۔۔۔ نہیں تو۔۔۔" ماورا کو پہلی بار ان کے سامنے اس طرح کسی چیز سے انکار کرتے ہوئے اپنے آپ کو سنبھالنا پڑا تھا۔

"تمہارے چہرے پہ لکھا ہے کہ تم پریشان ہو۔" عافیہ بیگم کے لہجے میں یقین تھا۔

"غلط فہمی ہوئی ہے آپ کو۔۔۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مجھے بھلا کیا پریشانی ہوگی۔" اس نے لاپروائی کا خول چڑھاتے ہوئے فوراً" کندھے اچکائے تھے۔

"ماؤں کو کبھی غلط فہمی نہیں ہوتی۔ ہاں اولاد ماں باپ کو غلط قرار دے دے۔۔۔ یہ الگ بات ہے۔" عافیہ بیگم بڑے عجیب سے لہجے میں بولی تھیں۔

ماورا کو اس لمحے اپنے رب اور اپنی ماں کے سامنے بے پناہ شرمندگی محسوس ہوئی تھی۔

"ایم سوری امی۔ ایسی کوئی خاص پریشانی نہیں ہے۔ بس آفس کے کام کی طرف سے تھوڑی ڈسٹرب ہو رہی تھی۔" اس نے ان کی تسلی کے لیے کچھ نہ کچھ کہہ ہی دیا تھا۔

"تھوڑی نہیں۔۔۔ بہت زیادہ کہو۔ اگر تم تھوڑی ڈسٹرب ہوتیں تو تمہیں پتا ہوتا کہ بی گل کہاں ہیں؟" عافیہ بیگم نے کہتے ہوئے جائے نماز پہ رکھی تسبیح اٹھالی تھی۔

جبکہ ان کی بات پہ ماورا کو یک دم کرنٹ لگا تھا اور اس نے چونک کر تشویش بھری نظروں سے بے ساختہ ادھر ادھر دیکھا تھا۔

"واٹ بی گل! کہاں ہیں وہ؟"

"جب سے تم واپس آئی ہو۔۔۔ تمہیں نہیں پتا کہ بی گل کہاں ہیں۔ اور وہ نظر کیوں نہیں آرہیں۔" عافیہ بیگم کے انداز میں اب خفگی اتر آئی تھی۔

"پلیز امی۔۔۔ اس بات کو چھوڑیں۔۔۔ بتائیں کہ بی گل کہاں ہیں۔" ماورا کی تو جیسے بی گل میں جان تھی' اسے لگتا تھا کہ بی گل کے سوا کوئی ہے ہی نہیں جو اسے سمجھ سکتا ہو اور ان کے بغیر تو وہ کچھ بھی نہیں تھی۔

"اپنے کمرے میں ہیں۔" عافیہ بیگم نے کہہ کر تسبیح شروع کرلی تھی اور ماورا ایک دم اٹھ کر ان کے کمرے کی طرف لپکی تھی۔

"بی گل۔۔۔!" دروازہ کھولتے ہی اس نے ان کو پکارا تھا۔ وہ سامنے ہی بستر پہ بے سدھ پڑی تھیں۔ انہیں صبح سے بخار تھا اور وہ صبح سے ہی اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی تھیں۔ عافیہ بیگم نے ماورا کی بے دھیانی' لاپروائی اور پریشان سی صورت دیکھ کر اسے نہیں بتایا تھا' ورنہ وہ کھانا پینا چھوڑ کر ان کے سرہانے بیٹھ جاتی۔

"بی گل۔۔۔ بی گل۔" وہ ان کو پکارتی ہوئی ان کے بیڈ کے قریب آئی اور ان کا ہاتھ پکڑ کر چیک کیا تھا' مگر بخار کی شدت ایسی تھی کہ ماورا کا دماغ گھوم گیا تھا۔ اوہ مائی گاڈ۔۔۔ اتنا تیز بخار۔۔۔ اور۔۔۔ اور مجھے خبر ہی نہیں ہے۔ وہ خود کلامی کے سے انداز میں بڑبڑاتی ہوئی ان کی پیشانی چھو کر دیکھنے لگی۔ "بی گل۔۔۔ ادھر دیکھیں نا میری طرف۔۔۔ کیا ہوا ہے آپ کو۔۔۔ یوں اچانک اتنا بخار کیسے ہو گیا؟" ماورا ان کا چہرہ تھپکتے ہوئے سچ مچ روہانسی سی ہو گئی تھی اور بے ساختہ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر چومنے لگی تھی۔

"ما۔۔۔ و۔۔۔ را۔۔۔" اس کے ہاتھوں کا اور ہونٹوں کا لمس اپنے ہاتھوں پہ محسوس کرتے ہی بی گل نے غنودگی کے باوجود بے ربط سے الفاظ میں اس کا نام لیا تھا۔ ماورا ایک دم گھبرا کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"امی۔۔۔ امی۔۔۔ آپ جلدی اٹھیں۔۔۔ ہم ابھی بی گل کو ہاسپٹل لے کر جا رہے ہیں۔"

"ابھی۔۔۔ مگر کیسے۔۔۔ ٹائم دیکھا ہے تم نے۔ اور ہمیں تو یہاں کے ہاسپٹلز اور ڈاکٹرز کا بھی نہیں پتا۔" عافیہ بیگم اٹھ کر جائے نماز سمیٹ رہی تھیں۔

"کس سے کہوں؟ کس سے ہیلپ لوں۔" ماورا نے اس وقت ہیلپ کے لیے ہر طرف ذہن دوڑایا تھا اور پہلا خیال نجانے کیوں تیمور حیدر کی طرف ہی گیا تھا۔ "نہیں۔۔۔ اس سے تو بہتر ہے کہ میں فارہ سے کہہ دوں۔ وہ گاڑی بھیج دے۔" وہ خود کلامی کے سے انداز میں بڑبڑائی تھی۔

"ماورا۔۔۔ کیا کر رہی ہو کیا کرنا ہے اب۔" عافیہ بیگم ذرا خفگی سے بولی تھیں۔
"بس۔۔۔ جسٹس فائیو منٹس۔۔۔ ابھی آ رہی ہوں۔" ماورا اب انہیں کیا کہتی کہ ابھی تک تو کسی سے رابطہ ہی نہیں ہوا۔
"اس وقت کس کو ڈسٹرب کرو گی' ابھی رہنے دو' ابھی میرا خیال ہے کہ ٹھنڈے پانی کی پٹیاں بھگو کر رکھتی ہوں' صبح ہوتے ہی ہاسپٹل لے جائیں گے۔"
عافیہ بیگم اس وقت گھر سے نکلنے سے کترا رہی تھیں۔ ان کے اندر کے وہم و وسوسے اب بھی مکمل طور پہ ختم نہیں ہوئے تھے۔
"پلیز امی۔۔۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ کچھ نہیں ہوا۔ بی گل اتنا شدید بخار نہیں سہ سکیں گی' ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھنے سے بخار کم ہو گا۔ ان کی ویک نیس نہیں۔۔۔ انہیں پورے ٹریٹ منٹ کی ضرورت ہے۔" ماورا انہیں تسلی دینے والے اور سمجھانے والے انداز میں کہتی اپنے موبائل سمیت کمرے سے نکل آئی تھی۔
لیکن فارہ کا نمبر ڈائل کرتے کرتے رک گئی تھی کہ اس کے ساتھ ساتھ رات کے اس پہر آفاق بھی ڈسٹرب ہو گا اور ویسے بھی رات کے اس پہر کسی کو پریشان کرنا۔
"ماورا۔۔۔ بی گل کی طبیعت زیادہ خراب ہو رہی ہے۔ جلدی آؤ۔" عافیہ بیگم بی گل کے پاس جاتے ہی گھبرا گئی تھیں اور انہوں نے کافی گھبرائے ہوئے انداز میں ماورا کو آواز دی تھی۔ جس پہ ماورا لپک کے دوبارہ ان کے کمرے میں آئی تھی۔
بی گل کا جسم ہلکے ہلکے کانپ رہا تھا اور ان کے منہ سے عجیب سی آواز نکل رہی تھی۔ ان کی سفید رنگت اس وقت بخار کی حدت سے سرخی مائل ہو رہی تھی۔
اور ان کا یہ حال دیکھتے ہوئے ماورا سے رہا نہیں گیا تھا اور اس نے تیمور حیدر کی نیند میں بڑے بے دھڑک انداز میں خلل ڈال دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

تیمور کو سوئے ہوئے ابھی آدھا گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ اس کے سیل فون پہ یک دم وائبریشن کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ سیل فون بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پہ رکھا ہوا تھا۔ اس لیے وائبریشن زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔ جس کے باعث وہ کچی نیند سے ہڑبڑا کر بیدار ہوا تھا اور یوں ہی جاگے سوئے سے، ذہن کے ساتھ ملگجے سے اندھیرے میں سائیڈ ٹیبل کو ٹٹولتے ہوئے موبائل اٹھا لیا تھا' لیکن اس کے اٹھانے تک کال مس ہو گئی تھی۔
اس نے نیند سے بوجھل آنکھوں کو بمشکل کھولتے ہوئے نمبر چیک کیا اور نمبر چیک کرتے ہی اس کی آنکھیں پٹ سے کھل گئی تھیں۔
"ماورا۔۔۔" تیمور نے زیر لب اس کا نام دہرایا۔
"اس وقت۔۔۔ اس کی کال۔۔۔" تیمور کی پریشانی ایک فطری عمل تھا۔ جس کے تحت اس نے لیمپ آن کرتے ہوئے بے اختیار وال کلاک کی سمت دیکھا جہاں گھڑی اس وقت ایک بجا رہی تھی۔
"کیا مسئلہ ہے؟ وہ مجھے کال کیوں کر رہی ہے۔" وہ پریشان ہوا تھا۔
"کرتی ہے تو کرنے دو۔۔۔ تمہیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ بس چپکے بیٹھے رہو۔" دل تو پہلے ہی جلا بھنا بیٹھا تھا۔ فوراً" تلملاہٹ کا اظہار کیا تھا۔
"لیکن۔۔۔ کوئی پریشانی۔۔۔ کوئی مسئلہ بھی تو ہو سکتا ہے نا۔" دماغ اپنی سمجھ داری کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔

"ہوتا ہے تو کسی اور سے کہے..... تم سے کیوں؟" دل کی بے رخی اور بے مروتی انتہا پہ تھی۔
"اس کا اور کون ہے یہاں۔" دماغ پورا پورا دفاع کر رہا تھا۔
"اچھا..... تم سمجھتے ہو کہ تم ہو اس کے۔" دل نے مذاق اڑایا۔
"نہیں..... ایسا سمجھنا چھوڑ دیا ہے۔" دماغ حقیقت قبول کر چکا تھا۔
"تو پھر اسے بھی چھوڑ دو..... اور سو جاؤ۔" دل' دماغ پہ حاوی ہو رہا تھا اور تیمور ان دونوں کی بحث و تکرار کے باعث سر جھٹکتے ہوئے دوبارہ تکیے پہ سر رکھ کے لیٹ گیا تھا۔ مگر ابھی ایک منٹ ہی گزرا تھا کہ ماورا کی کال دوبارہ آگئی تھی۔
اور تیمور کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ یقیناً "کسی پرابلم میں ہے۔ اس لیے ہر چیز کو کچھ دیر کے لیے دل و دماغ سے الگ کر کے رکھتے ہوئے اس کی کال ریسیو کر لی تھی۔
"السلام علیکم!" تیمور نے بڑے نپے تلے سے لہجے میں سلام کیا۔
"وعلیکم السلام سر! ایم سوری..... میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔" اس نے چھوٹتے ہی معذرت کی۔
"خیریت....." وہ اس کے لہجے کی عجلت سے پریشان ہوا تھا۔
"جی..... وہ دراصل بی گل بہت بیمار ہیں' ان کو ہاسٹل لے کر جانا بہت ضروری ہے۔" ماورا بڑی عجلت میں بول رہی تھی۔
"ہوں..... تو میں کیا خدمت کر سکتا ہوں آپ کی۔" تیمور کا لہجہ اور انداز حد درجہ نپے تلے سے ہو رہے تھے۔ وہ چاہ کر بھی نارمل نہیں ہو پایا تھا۔
"پلیز..... ڈرائیور بھیج دیں..... گاڑی بھیج دیں۔ کچھ بھی کریں..... مگر پلیز میری ہیلپ کریں۔ میری بی گل بہت تکلیف میں ہیں۔ ان کی زندگی کا سوال ہے۔" ماورا نے آج اپنی انا پرستی کے خول کو اتار کر ایک اس شخص سے ہیلپ کی التجا کی تھی' جس سے وہ خود بھی مر جاتی تو کبھی بھی ہیلپ نہ مانگتی' مگر بی گل کی خاطر وہ یہ بھی کر گزری تھی۔
اور تیمور حیدر اپنے دل و دماغ پہ اپنے جذبات کے مجروح ہونے کا داغ لیے بے اختیار اپنے بستر سے اٹھ بیٹھا تھا۔
"آپ پریشان نہ ہوں۔ میں دس منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔" تیمور نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا اور ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے بیڈ سے کھڑا ہو گیا تھا۔
"ہونہہ..... پھر وہی سلسلہ۔" دل نے طنز کا تیر چھوڑا۔
"نہیں..... یہ محض انسانیت کے ناتے کرنے جا رہا ہوں۔ ورنہ اس کے سود اور میرے زیاں کا قصہ وہیں کا وہیں ہے۔ وہ حساب کتاب کسی فرصت کے لیے اٹھا رکھا ہے۔" وہ اپنے دل کو سمجھاتا' شرٹ پہن کر اپنا موبائل اور والٹ وغیرہ لے کر کمرے سے نکل آیا تھا۔

☆ ☆ ☆

ٹھیک دس منٹ بعد جیسے ہی ان کی ڈور بیل بجی تھی ماورا نے تیزی سے اٹھ کر دروازہ کھول دیا تھا اور اپنے سامنے انتہائی لاپروا' گھریلو اور عام سے حلیے میں کھڑی ماورا مرتضیٰ کو دیکھ کر تیمور نے بے اختیار نظروں کا زاویہ بدل دیا تھا۔
"السلام علیکم! کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔" وہ باہر کھڑا اجازت طلب کر رہا تھا۔
"ج..... جی..... آیئے۔" وہ فوراً" پیچھے ہٹ گئی تھی۔

"آپ کی بی گل کہاں ہیں۔" اس نے اندر داخل ہوتے ہی سوال کیا تھا۔
"ادھر کمرے میں ہیں۔" ماورا نے دائیں سائیڈ کی طرف اشارہ کیا تھا اور تیمور اس کی ہمراہی میں چلتا بی گل کے بیڈ روم تک آیا تھا۔
جہاں عافیہ بیگم بی گل کے سرہانے بیٹھی رو رہی تھیں۔
"امی!" ماورا کے پکارنے پہ انہوں نے چونک کر دروازے کی سمت دیکھا تھا اور ماورا کے عین برابر کھڑے تیمور حیدر کو دیکھ کر بس دیکھتی رہ گئی تھیں۔
اگر ان کی ماورا خوب صورت اور پرکشش تھی تو اس کی پرسنالٹی بھی لاکھوں میں ایک تھی.... دونوں ایک ساتھ کھڑے ان کے احساسات کو چونکا گئے تھے۔
"یہ میرے باس ہیں۔" اس نے آدھا ادھورا سا تعارف کروایا تھا' کیونکہ وہ کچھ دیر پہلے ہی ان کو بتا چکی تھی کہ اس پریشانی کے عالم میں اس کے پاس اپنی کمپنی کے باس کو کال کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا۔
"السلام علیکم آنٹی۔" تیمور نے احتراماً "سلام کیا۔
"وعلیکم السلام۔" عافیہ بیگم اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تھیں۔
"ماورا! آپ میرے ساتھ نیچے چل کر گاڑی کا دروازہ کھولیں' میں بی گل کو لے کر آرہا ہوں۔ آنٹی! آپ گھر لاک کر کے آجائیں۔" تیمور مزید کچھ بھی کہے بغیر بی گل کی طرف بڑھا تھا اور پھر انہیں خود اٹھا کر نیچے گاڑی تک لے کر آیا تھا۔
عافیہ بیگم ماورا کا بیگ' موبائل' اپنی چادر وغیرہ لے کر گھر کو اچھی طرح لاک کر کے نیچے آگئی تھیں اور ان کے آتے ہی تیمور نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔
اور پھر گھر سے لے کر ہاسپٹل تک سارے کام اور سارے انتظام تیمور نے خود ہی نپٹائے تھے۔
ماورا تو بس بی گل کے ساتھ ساتھ تھی۔

☆ ☆ ☆

فجر کی نماز ادا کر کے جیسے ہی اس نے سلام پھیرا اس کی نظریں ایک ہی جگہ پہ ٹکی رہ گئی تھیں۔
تیمور حیدر بائیں دیوار کے ساتھ لگے صوفے پہ بیٹھے بیٹھے سو گیا تھا اور اس کی یہ غفلت بھری نیند دیکھ کر ماورا کو احساس ہوا تھا کہ اس نے ان لوگوں کی وجہ سے یہ رات ان کے ساتھ بھاگ دوڑ کرتے ہوئے گزار دی تھی اور نیند آئی بھی تو کب....
جب صبح ہونے کو تھی۔
وہ بی گل کے لیے دعا مانگنے کے بعد اٹھ کر دھیمے قدم اٹھاتی' سیدھی اس کے قریب آئی تھی۔
"ہیلو.... سر...." اس نے آہستگی سے اسے پکارنے کی اور جگانے کی کوشش کی تھی۔
"ہیلو...." اسے ساتھ ساتھ یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں ابھی ابھی سوئی عافیہ بیگم ہی نہ اٹھ جائیں۔ آخر وہ بھی رات بھر جاگتی رہی تھیں۔ ماورا نے ضد کر کے انہیں آرام کرنے کے لیے بیڈ پہ لٹایا تھا اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی سو گئی تھیں۔
"ہیلو سر....!" ماورا کے دو' تین بار پکارنے کے باوجود وہ نیند سے بیدار نہیں ہوا تھا۔ اس لیے ماورا نے ادھر ادھر دیکھا۔ دوسرے صوفے پہ اس کی اپنی چادر رکھی ہوئی تھی۔ وہ یوں ہی دبے قدموں گئی اور اپنی چادر تہ کر کے لے آئی تھی۔

اور تیمور کے صوفے کی پشت پہ دائیں طرف لڑھکے ہوئے سر کے نیچے اپنی چادر کا تکیہ سا بنا کے رکھ دیا تھا اور اس کے سر کو اک آرام دہ پوزیشن میں ٹکا کر پیچھے ہٹتے ہوئے ابھی وہ اپنا ہاتھ کھینچ ہی رہی تھی کہ تیمور کی کسی نرم سے احساس کے تحت بے ساختہ آنکھ کھل گئی تھی۔

اور صوفے پہ اس طرح اپنے بے حد قریب جھکی ماورا کو دیکھ کر اس کی ساری نیند ہوا ہو گئی تھی۔ وہ بری طرح چونکا تھا۔

جس کو محسوس کرتے ہوئے وہ یک دم پیچھے ہٹ گئی تھی' لیکن تیمور تو جیسے جوں کا توں بیٹھا رہ گیا تھا۔ اس کی تو کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا تھا کہ وہ پہلے سو رہا تھا یا اب۔

''ایم سوری سر.... میں کافی دیر سے آپ کو جگانے کی کوشش کر رہی تھی' مگر آپ شاید گہری نیند سو رہے تھے۔ اس لیے میں نے آپ کے سر کے نیچے....''

ماورا کو وضاحت دیتے ہوئے اندر سے اچھی خاصی خفت ہوئی تھی۔

جبکہ تیمور نے اپنے دماغ کو نیند سے بیدار کرتے ہوئے آس پاس کی سچویشن کو سمجھنے کی کوشش کی تھی اور پھر اپنے سر کی دائیں سائیڈ پہ رکھی اس کی چادر کا تکیہ دیکھ کر چپ ہو گیا تھا۔ گویا وہ اس کے آرام کا خیال کر رہی تھی؟

''اٹس او کے.... بیٹھے بیٹھے پتا ہی نہیں چلا کہ کب نیند آ گئی؟'' تیمور نے اپنے دونوں ہاتھ چہرے پہ پھیرتے ہوئے اپنے اعصاب ٹھکانے پہ لانے چاہے تھے۔

''ایم سوری! ہماری وجہ سے آپ رات بھر ڈسٹرب ہوئے ہیں' لیکن اب اللہ کا کرم ہے' بی گل کی طبیعت سنبھل چکی ہے۔ اسی لیے میں آپ کو جگا رہی تھی کہ صبح ہونے ہی والی ہے' آپ گھر چلے جائیں اور تھوڑی دیر آرام کر لیں۔'' ماورا نے اسے جگانے کی وجہ بھی بیان کر ڈالی تھی۔

''ڈاکٹر یا کسی نرس نے وزٹ کیا۔'' تیمور اک گہری سانس کھینچتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''نہیں.... اب وہ صبح آٹھ بجے ہی وزٹ کریں گے اور ویسے بھی بی گل کا بخار پہلے سے کافی کم ہو چکا ہے۔'' ماورا نے کہتے ہوئے بیڈ کی طرف دیکھا' جہاں بی گل دوائیوں کے زیر اثر غنودگی میں گم تھیں۔

''اور وہ ڈرپ؟'' تیمور ساری تفصیل معلوم کرنا چاہ رہا تھا۔

''وہ صبح لگے گی۔'' وہ بڑے سکون سے جواب دے رہی تھی۔

''ہوں.... ٹھیک ہے.... میں چلتا ہوں اب.... آدھے گھنٹے تک آپ لوگوں کا ناشتا پہنچ جائے گا۔'' تیمور کچھ لیے دیے سے انداز میں کہتا دروازے کی سمت بڑھ گیا۔

''مگر سر! ناشتے کی کیا ضرورت۔'' اس نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

''ناشتا میں اس لیے نہیں بھیج رہا کہ آپ میرے لیے کچھ اسپیشل ہیں.... بلکہ آپ کی جگہ اس وقت کوئی اور بھی ہوتا تو میں اتنا خیال تو ضرور ہی کرتا۔ خاص طور پہ خواتین کے لیے۔''

دروازے میں جا کر پلٹتے ہوئے وہ ایسا جواب دے کر گیا تھا کہ ماورا کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں رہی تھی۔ تیمور حیدر کے دل کی جلن اس کے الفاظ میں بھی محسوس ہو رہی تھی۔

اور اس کے جانے کے بعد ماورا کو احساس ہوا تھا کہ مرد عورت کے لیے کتنا بڑا تحفظ اور کتنا بڑا سہارا ہے؟ اس کے جانے کے بعد پھر سے وہ تینوں خواتین اکیلی اور بے سہارا لگنے لگی تھیں۔ جن کو اپنے لیے' جو بھی کرنا تھا' خود ہی کرنا تھا۔

وہ ایک گہری سانس کھینچتے ہوئے وہیں بیٹھ گئی تھی جہاں سے وہ اٹھ کر گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

ولید کو رات سے ہی طرح طرح کی فون کالز موصول ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ لیکن وہ اتنا لاپروا اور بے نیاز تھا کہ اسے کسی کی بھی کال کی کوئی ٹینشن نہیں تھی۔ ہاں البتہ ایک تیمور حیدر تھا جس کی کوئی بھی چیز وہ نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے اپنے کام کے دوران بھی اس کا دھیان تیمور کی کال کی طرف ہی رہا تھا۔

کیونکہ اسے پتا تھا کہ تیمور اس کی وجہ سے اندر ہی اندر جلتا کڑھتا رہے گا اور طرح طرح کی ٹینشن سوار کیے رکھے گا۔ اس لیے صبح ہوتے ہی اپنے چند اہم کام نپٹا کر وہ سیدھا اس کے آفس گیا تھا۔ وہاں اس کی سیکریٹری سے پتا چلا کہ سر کی شاید طبیعت خراب ہے۔ اس لیے وہ ابھی تک آفس نہیں آئے۔

''اوہ... طبیعت کیوں خراب ہو گئی۔'' ولید سوچتے ہوئے واپس اپنی بائیک تک آگیا۔ ''کال کروں تب بھی وہ ریسیو نہیں کرے گا۔ اس لیے بہتر ہے کہ اس سے گھر پہ ہی جا کر مل لوں۔'' بائیک کو کک لگاتے ہوئے اس نے سوچا اور بائیک کا رخ تیمور کے گھر کی طرف ہی موڑ دیا تھا۔

''لیکن عزت بھی وہیں ہوگی۔'' اک اور سوچ کے آتے ہی اس نے بائیک کی اسپیڈ کم کر دی تھی۔

''نہیں... اس وقت وہ یونیورسٹی میں ہوگی — میں تب تک تیمور سے مل کر واپس آجاؤں گا۔ ہمارے لیے یہی بہتر ہے کہ ہمارا ایک دوسرے سے سامنا نہ ہو۔''

ولید کچھ دیر بعد ان کے گھر کے گیٹ کے سامنے پہنچ ہی گیا تھا۔

''ہیلو... تیمور گھر پہ ہے۔'' اس نے بریک لگاتے ہوئے پوچھا۔

''جی صاحب جی... تیمور صاحب گھر پہ ہی ہیں... آئیے آپ اندر آجائیے۔'' چوکیدار نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے گیٹ کھول دیا اور ولید بائیک اندر لے آیا تھا۔

''آئیے صاحب جی...'' ملازمہ اسے ساتھ لیے اندر آگئی تھی۔

''آپ بیٹھیں... چھوٹی بیگم صاحبہ بھی اندر ہی ہیں۔ میں تیمور صاحب کو اطلاع کرتی ہوں۔'' ملازمہ اسے ڈرائنگ روم کے داخلی دروازے میں چھوڑ کر آگے بڑھ گئی تھی۔ جبکہ ولید چھوٹی بیگم صاحبہ کا نام سن کر ٹھٹک گیا تھا۔ لیکن اب وہ نہ آگے بڑھ سکتا تھا اور نہ پیچھے ہٹ سکتا تھا۔ مگر اندر سے آنے والی اپنی آواز سن کر اسے یک دم اندر کی طرف دیکھنا ہی پڑا تھا۔ جہاں عزت حیدر صوفے پہ نیم دراز اپنی گود میں لیپ ٹاپ رکھے ولید کے پروگرام کو بار بار دیکھ رہی تھی اور ڈرائنگ روم کے داخلی دروازے میں کھڑا ولید اسے دیکھنے پہ مجبور ہو گیا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)